



سلسلہ
اشاعت
نمبر 28

کوفی لایوفی

مصنف

حضورِ اہم پاکستان فضیلت حضرت علامہ شیخ
ابوالاعلیٰ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

لہجہ شعبہ نشر و اشاعت

محمد امیر احمد اویسی

ناشر: بزمِ فیضانِ اویسیہ

G. 61 اویسی کیونٹیکیشن

جیلانی سینٹر میری ویڈیو اور باب المدینہ کراچی۔

0323-2117890-99, 0343-2643596



بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوة والسلام عليك يا سيد المرسلين

کوفی لا یوفی

مفتی

فیض ملت، استاذ العرب والعجم، شمس المصنفین، مفتر اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

ناصر

بزم فیضانِ اویسیہ (پاکستان)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! بچپن میں سنا تھا ”کوفی لایوفی“۔ یہ جملہ دراصل وہابی اور شیعہ برادری نے پھیلایا ہوا ہے۔ اس سے صرف مقصد یہ ہے کہ سنیوں کے امام فقہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بدنام ہوں۔ گویا اس جملے سے متاثر ہو کر سنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بدظن ہو جائینگے۔ لیکن جب فقیر علوم اسلامیہ سے شرفیاب ہوا تو معاملہ برعکس پایا۔ وہ یہ کہ کوفی ہی تو تھے جنہوں نے امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے یہاں بلوایا اور پھر وہ یزید کے لشکر میں مل کر خود ہی قاتلین حسین بنے۔ فقیر نے اس مخفی راز کو آواز بر کرنے کے بعد اس رسالہ کا نام بھی یہی تجویز کیا ”کوفی لایوفی“۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم

الفقیر القادری ابوالصالح المفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور، پاکستان

یکم صفر ۱۴۰۹ھ، ۱۳ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز منگل

☆.....☆.....☆

☆.....☆

☆

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لوگوں بالخصوص وہابی اور شیعوں کی غلطی ہے کہ 'کوفہ' کے لوگ بے وفا (غدار) ہوتے ہیں۔ اس ازالہ سے پہلے ضروری ہے کہ 'کوفہ' کا تعارف عرض کر دوں۔

کوفہ:

تواریخ میں ہے کہ شہر کوفہ کو حضرت عمر ابن الخطاب ؓ کے حکم سے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے **کاف** میں بسایا۔ اول یہ چھاؤنی تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

مُحَلِّ وَقُوع:

کوفہ دریائے فرات کے مغربی کنارے پر اور ایران و عرب اور شام کی سرحد پر واقع ہے۔ اُس زمانہ میں کوفہ اور بصرہ کوس کے نام سے جانا جاتا تھا اور کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف وہ بستیاں ہیں جو بعد میں آباد ہوئیں۔ جہاں آج کل زیادہ آبادی شیعوں کی ہے۔ کوفہ کے سب سے پہلے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ ہیں۔ اسی لئے ان کا تعارف ضروری ہے۔

تعارف سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کوفہ کے پہلے عامل (ملٹری گورنر) تھے۔ انہیں حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے مقرر کیا تھا۔ جو عراق میں جب قادیسہ سے ابھی ابھی فارغ ہوئے تھے۔ یہ سعد بن ابی وقاص ؓ حضرت عمر ؓ کے نائب، حضرت عثمان بن عفان ؓ کے بہنوئی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ بہت بڑے فضائل و کمالات کے حامل تھے۔

تعارف:

اسم گرامی "سعد" اور کنیت "ابو اسحاق" تھی۔ والد کا نام "مالک" اور کنیت "ابو وقاص" تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کا خاندان "قریش" تھا۔ وہ قریش کی معزز شاخ "بنو زہرہ" سے تعلق رکھتے تھے۔ صحیحین میں ان کا

سلسلہ نسب اس طرح منقول ہے ”ابی اسحاق بن ابی وقاص مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القریشی الزہری۔“

آپ ﷺ کی والدہ کا نام **حنہ بنت سفیان بن اُمیہ بن عبد الشمس** تھا اور بنو اُمیہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ پانچویں پشت میں کلاب بن مرہ پر ان کا سلسلہ نسب رسول اکرم ﷺ کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بھی قبیلہ زہرہ سے تھیں اور حضرت سعد ﷺ کے والد ابو وقاص مالک، رشتہ میں حضور ﷺ کے ماموں ہوئے تھے اور حضرت سعد ﷺ ماموں زاد بھائی۔ حضور ﷺ کبھی کبھی ازراہ محبت و شفقت حضرت سعد ﷺ کو بھی ماموں کہہ کر پکارتے تھے۔ لوگوں کی نگاہوں نے آپ ﷺ کے اعمال پر سخت نکتہ چینی کی اور الزام لگائے کہ یہ نماز ٹھیک طرح سے نہیں پڑھاتے۔ اموال غنائم کو ٹھیک طرح سے نہیں بانٹتے اور جنگ میں تلوار نہیں سنبھالتے۔ (بخاری)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بحیثیت گورنر:

حضرت سعد ﷺ کے معزول ہونے کے بعد تھوڑے وقفہ کے لئے حضرت عمار بن یاسر ﷺ کو کوفہ کا ملٹری گورنر مقرر کیا گیا۔ مگر حکمران کی مرضی سے جلد ہی گورنری واپس لے لی گئی۔ (کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

اس دوران حضرت عمار ﷺ کی سرکردگی میں ایران فتح ہو گیا تھا اور پھر اسی سال میں حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ کو کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے جو حضرت عمر بن الخطاب ﷺ کے وصال تک گورنر رہے۔

(تاریخ طبری جلد ۴، استیعاب وغیرہ ہا)

حلیۃ حضرت سعد رضی اللہ عنہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت سعد ﷺ سے مروی ہے کہ میرے والد کہتر قامت (چھوٹے قدم والے)، جسم (بھرے ہوئے جسم والے) اور بڑے سرو والے تھے، انگلیاں موٹی تھیں اور بال بہت تھے۔

قبول اسلام:

حضرت سعد ﷺ ہجرت نبوی سے تقریباً تیس (۳۰) برس قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ سرورِ دو عالم ﷺ کی بعثت

کے وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا عُقُوفِ شباب (جوانی کا آغاز) تھا۔ جونہی ان تک دعوتِ توحید پہنچی، انہوں نے بلا تامل (غور کے بغیر) اس پر لبیک کہا اور ”سابقون الاولون“ کی مقدس جماعت میں شامل ہو گئے۔ ’اسد الغابۃ‘ میں ہے کہ آپ ﷺ (۶) آدمیوں کے بعد اسلام لائے اور بعض کے نزدیک چار (۴) آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نماز فرض ہونے سے پہلے مسلمان ہوا تھا۔ آپ ﷺ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے جنتی ہونے کی گواہی حضور ﷺ نے دی ہے۔

قبول اسلام پر ایذا و ابتلاء:

قبول اسلام کے بعد کوئی ایسی سختی اور مصیبت نہ تھی، جو انہوں نے مشرکین کے ہاتھوں نہ جھیلی ہوں۔ کفار سے گالیاں کھائیں، طعنے سبے اور جسمانی اذیتیں برداشت کیں۔ لیکن کیا مجال کہ ان کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش آئی ہو۔

دعوتِ حق کے آغاز میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار کی شرانگیزیوں سے بچنے کے لئے مکہ کے قریب پہاڑوں کی سنان گھاٹیوں میں چھپ کر خدائے واحد ﷻ کی عبادت کیا کرتے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی انہی نفوسِ قدسیہ میں شامل تھے۔ ایک دن وہ دوسرے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک ویران گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ چند مشرکین ادھر آ نکلے۔ انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اُٹھتی جوانی تھی۔ انہیں جوش آ گیا پاس ہی اونٹ کی ایک ہڈی پڑی تھی اسے اٹھا کر مشرکین پر ٹوٹ پڑے۔ ایک مشرک کا سر پھٹ گیا اور اُس میں سے خون بہنے لگا۔ اب دشمنانِ اسلام نے وہاں سے بھاگنے ہی میں اپنی خیریت سمجھی۔

ابنِ آشیر کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حق کی راہ میں خونریزی کی۔

ہجرت سے قبل وہ تین سال (۳ تا ۱۰ھ) تک حضور ﷺ کے ساتھ ’شعب ابی طالب‘ میں محصور رہے۔ شعب ابی طالب کی محصوری اگرچہ بنی ہاشم اور بنو مطلب سے مخصوص تھی لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہاشمی اور مُطَلَمی نہ ہونے کے باوجود بھی محض اللہ ﷻ اور اللہ ﷻ کے حبیب ﷺ کی خاطر بنو ہاشم اور بنو مطلب کا ساتھ دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو انہیں سوکھے ہوئے چمڑے کا ایک ٹکڑا کہیں سے مل گیا انہوں نے اسے پانی سے دھویا پھر آگ پر بھونا، ٹوٹ کر پانی میں گھولا اور ستو کی طرح پی کر پیٹ کی آگ بجھائی۔

ہجرت مدینہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی اجازت دی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ صحیح بخاری میں حضرت براء انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اول من قدم علينا مصعب رضى الله عنه بن عمير و ابن كلثوم رضى الله عنها و كان يقرأ ان الناس ، فقدم بلال رضى الله عنه و سعد رضى الله عنه و عمار بن ياسر رضى الله عنه۔ (صحیح بخاری شریف)

ترجمہ:

ہمارے پاس (یعنی مدینہ میں) سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ وارد ہوئے۔ یہ دونوں لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے ان کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آئے۔

یثرب (مدینہ المنورہ) پہنچ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنے بڑے بھائی عتبہ کے مکان پر فروکش (مقیم) ہوئے۔ عتبہ نے جنگ بعاث سے قبل مدینہ میں ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور قصاص کے خوف سے بھاگ کر یثرب (مدینہ المنورہ) میں پناہ لی تھی۔ عتبہ اگرچہ مشرک تھا لیکن اس نے نہایت اخلاق سے اپنے دونوں بھائیوں کو اپنے پاس ٹھہرایا لیکن اس کی اسلام دشمنی نے چھوٹے بھائیوں کو ذرہ برابر بھی متاثر نہ کیا اور شروع سے لیکر آخر تک اسلام سے ان کی شیفٹگی (محبت) برقرار رہی۔

مرد صالح:

مدینہ پاک کی طرف ہجرت کے بعد کا زمانہ بڑا خطرہ زمانہ تھا۔ دشمنانِ اسلام مدینہ پر حملے کے لئے ہر قول رہے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ شروع شروع میں مدینہ تشریف لائے تھے تو ایک شب حضور ﷺ کے آرام مبارک میں خلل واقع ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کاش کوئی رَجُلٌ صَالِح (مرد صالح) آج پہرہ پر ہوتا اتنے میں ہم نے ہتھیاروں کی جھنکار سُنی۔ حضور ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا میں سعد ﷺ ہوں۔ فرمایا کس لئے آئے ہو؟ عرض کی میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کی نسبت خوف پیدا ہوا، اس لئے پہرہ دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور سو گئے۔

غزوات میں شرکت:

ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ تقریباً ہر غزوہ میں شریک ہوئے۔ رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کے میدان میں کفر و حق کا معرکہ اَوَّل پُوش آیا تو حضرت سعد ﷺ نے والہانہ جوش و خروش سے حصہ لیا۔ اٹائے جنگ میں اُن کا مقابلہ قریش کے نامی بہادر سعید بن عاص سے ہو گیا۔ انہوں نے فوراً سعید کو خاک و خون میں ملا دیا۔ غزوہ بدر میں حضرت سعد ﷺ کے نو عمر بھائی حضرت عمیر ﷺ شہید ہو گئے۔

جنگِ اُحد میں جب سوئے اتفاق سے لڑائی کا پانسہ بدل گیا اور مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا تو حضرت سعد ﷺ، اُن اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو شروع سے آخر تک رحمتِ عالم ﷺ کی ڈھال بنے رہے۔ حضرت علی ﷺ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سوائے حضرت سعد ﷺ کے کسی کے لئے نہیں سنا کہ آپ ﷺ نے اس پر اپنے والدین کو فدا ہونے کو کہا میں نے یومِ الاحد میں یہ فرماتے سنا:

”يَا سَعْدُ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَ اُمِّي“

ترجمہ: اے سعد تیرا اندازی کرو، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔

حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا نے اپنے والد سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا:

الاهل اتی رسول اللہ انی، حمیت صحابتی بصدور نبلی، أزود بهاعدوهم ذیادًا، بكل حزنونة و بكل سهلی، فما یعتد رام من معدٍ، بسهم مع رسول اللہ قبلی۔

ترجمہ: ”اے وہ کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہے، میں نے اپنے تیروں کی نوک سے اپنے ہمراہیوں کی حفاظت کی، میں اُن تیروں کے ذریعے اُن کے دشمن کو دفع کرتا تھا، ہر سخت زمین سے اور ہر نرم زمین سے، مجھ سے پہلے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کا تیر انداز شمار نہیں ہوتا تھا۔“

غزوات بدر و اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے جس جانبازی اور جذبہ فدویت کا مظاہرہ کیا بعد کے تمام غزوات میں بھی وہ اُسی جذبہ کے ساتھ شریک رہے۔ مؤرخین نے بدر، اُحد، احزاب، خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت سعد ؓ کی شرکت کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح بیعت رضوان میں بھی اُن کی شرکت مسلم ہے۔

عہد صدیقی و فاروقی:

۱ھ میں حضور ﷺ نے رحلت فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے بلا تامل بیعت کر لی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے انہیں **بنو ہوازن** کا عامل مقرر کر دیا۔ **۱۳ھ** میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ مسند خلافت پر بیٹھے تو انہوں نے بھی حضرت سعد ؓ کو اس منصب پر برقرار رکھا لیکن قدرت انہیں کسی عظیم تر مقصد کے لئے منتخب کر چکی تھی۔

جنگ قادسیہ:

حضرت عمر ؓ نے ایران جانے والی فوجوں کی قیادت حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے سپرد کی۔ حضرت سعد ؓ **چار ہزار (۴۰۰۰)** سرفروشنوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں باری باری کئی دستے ان کے

ساتھ مل گئے اور فوج کی تعداد **تیس ہزار** (۳۰,۰۰۰) تک پہنچ گئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدینہ شریف سے **تغلبہ** پہنچے وہاں سے **شراف** اور **شراف** سے کوچ کر کے **عذیب** پہنچے جو ایرانیوں کی سرحدی چوکی تھی۔ ’عذیب‘ میں چند دن قیام کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ”قادیسیہ“ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ شاہ ایران ’یزدگرد‘ نے اپنے سپہ سالار ’رستم‘ کی زیر قیادت ایک لشکر جرار ’قادیسیہ‘ روانہ کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے **تین چار** (۲,۳) سفارتیں روانہ کیں لیکن صلح کی نیل منڈھ سے نہ چڑھ سکی۔ رستم بڑے جاہ و جلال کے ساتھ **دریائے فرات** سے پار اُترا اور مسلمانوں کے سامنے صف آرائی کی۔ اس وقت **دولاکھ** (۲,۰۰,۰۰۰) جنگجو اُس کے جھنڈے تلے جمع تھے۔ دوسری طرف اسلامی لشکر کی تعداد **تیس ہزار** (۳۰,۰۰۰) کے لگ بھگ تھی۔ ایرانیوں نے سب سے پہلے جنگی ہاتھیوں کو مسلمانوں کی طرف دھکیلا۔ **بنی تمیم** نے کبیر کا نعرہ لگا کر اس جوش سے حملہ کیا کہ ہاتھیوں کے منہ پھیر دیئے اور اُن کے سواروں کو اپنے نیزوں اور تیروں سے نیچے گرا دیا۔ اب **دونوں** فوجوں میں دست بدست گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ قادیسیہ کی جنگ کا یہ دوسرا دن ”یوم الارماث“ کا دن کہلاتا ہے اس دن **پانچ چھ سو** (۶۰۰,۵۰۰) کے قریب مسلمان شہید ہوئے اور ہزار ہا ایرانی ہلاک ہوئے۔

دوسرے دن دونوں فوجیں پھر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہو گئیں، طبل جنگ پر چوٹ پڑی ہی تھی کہ حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ ’شام‘ سے **ایک ہزار** (۱,۰۰۰) جاننازوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ اس کُکم (فوج) کے پہنچ جانے سے مسلمانوں کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ مقابلہ شروع ہوا تو پہلے دن کی طرح ہاتھیوں نے پھر مسلمانوں پر قیامت ڈھا دی۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے اس مصیبت سے تدارک کے لئے اُونٹوں پر بڑی بڑی جھولیں ڈال کر انہیں بھی ہاتھیوں کی طرح مہیب (ڈراؤنا) بنا دیا۔ ایرانیوں کے گھوڑے انہیں دیکھ کر بدکتے اور مسلمان ان کے سواروں کو اپنے نیزوں پر رکھ لیتے عین اُس وقت حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ بن عتبہ **پانچ ہزار** (۵,۰۰۰) جوانوں کی امدادی فوج کے ساتھ **شام** سے **قادیسیہ** پہنچ گئے۔ اس تاہید غیبی نے مسلمانوں کے حوصلے دوچند کر دیئے۔ جنگ قادیسیہ کا دوسرا دن ”یوم الافواث“ کہلاتا ہے۔ اس دن **دس ہزار** (۱۰,۰۰۰) ایرانی قتل ہوئے اور **دو ہزار** (۲,۰۰۰) مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

تیسرے دن پھر دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گٹھ گئیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پختہ ارادہ کیا کہ آج لڑائی کا فیصلہ ہو کر رہے گا۔ پورا دن لڑائی ہوتی رہی اب شام ہو چکی تھی لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ لڑائی کا فیصلہ کرنے پر تکتے ہوئے

تھے۔ انہوں نے اپنی فوج کو از سر نو مرتب کیا اور پھر سے ایرانیوں پر فیصلہ کن حملے کا حکم دیا۔ جوش شہادت سے سرشار مجاہدین نے ایرانیوں پر ایسا جان توڑ حملہ کیا کہ ان کے قدم اکھڑ گئے۔

حضرت قعقاع ؓ، حضرت عاصم ؓ، حضرت عمرو ؓ، بن معدیکرب، حضرت قیس ؓ، بن اشعث اور ان کے جانباز ساتھی رستم کے تحت تک پہنچ گئے۔ رستم شدید زخمی ہو کر بھاگا اور دریا میں چھلانگ لگا دی۔ حضرت ہلال بن علقمہ نامی ؓ ایک مجاہد نے اُس کی ٹانگ پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا اور اُس کا سر کاٹ لیا پھر رستم کے تحت پر چڑھ گئے اور زور سے پکارا ”میں نے رستم کو قتل کر دیا“ اس آواز کے سنتے ہی ایرانیوں کے ہوش و حواس اُڑ گئے اور وہ گرجمولی کی طرح ذبح ہو گئے۔ جس رات یہ خونِ معرکہ سر ہوا اسے ”لیلة الہریر“ کہتے ہیں۔ اس سے پہلا یعنی جنگ کا تیسرا دن ”یوم العماس“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی میں تیس ہزار (۳۰,۰۰۰) ایرانی ہلاک ہوئے۔

قادسیہ کی عظیم الشان فتح کے بعد حضرت سعد ؓ نے بابل تک ایرانیوں کا تعاقب کیا اور آس پاس کے سارے علاقے پر قبضہ لیا۔ پھر مدائن کی طرف بڑھے اور اس کے مغربی حصے (بہرہ شیر) کا محاصرہ کر لیا۔ سارے ایرانی خاص مدائن میں (جو دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر آباد تھا) سمٹ کر جمع ہو گئے۔ انہوں نے دریا کا ٹیل توڑ دیا اس وقت دریا میں خوفناک طغیانی آئی ہوئی تھی۔ حضرت سعد ؓ نے اللہ ﷻ کا نام لے کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ دوسرے مجاہدین نے بھی ان کی پیروی کی ایرانی یہ دیکھ کر ششدر ہو گئے۔ ”دیوان آمند، دیوان آمند“ (دیو آگئے، دیو آگئے) کہتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ یزدگرد اپنا حرم اور خزانے کا ایک حصہ پہلے ہی حلوان بھیج چکا تھا لہذا مدائن سے بھاگ نکلا۔ مدائن کی فتح کے بعد مسلمانوں نے آگے بڑھ کر جلولا، حلوان، بکمریت، موصل، ہیبت اور ماسد وغیرہ بھی فتح کر لئے اور عراق و عرب کی آخری حد تک ان کا استیلا (غلبہ) ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت عمر ؓ نے آگے بڑھنے سے روک دیا اور حضرت سعد ؓ کو مفتوحہ علاقے کا والی بنا کر اس کے نظم و نسق کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا۔

اخلاق و عادات:

حضرت سعد ؓ کا حتمی اخلاق گُلبائے رنگارنگ سے آراستہ تھا۔ سبقت فی الاسلام، حُب رسول ﷺ، تحمل شائد، غیرتِ دینی، اتباع سنت، زہد و تقویٰ، شجاعت، تواضع و ایثار، سخاوت، انکسار اور حق گوئی و بے باکی ان کے مخصوص

اوصاف تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے والہانہ محبت کی بدولت ان کو بارگاہ نبوی ﷺ میں خصوصی تقرب حاصل ہو گیا تھا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی کہ: ”اے اللہ ﷻ! سعدؓ جب تجھ سے دعا کرے تو اس کو قبول کر۔“

حضرت سعدؓ کو بعض لوگ شوقی جہاد اور شجاعت کی بناء پر فارسی الاسلام (شہسوار اسلام) کہہ کر پکارتے تھے۔
ارباب سیر نے حضرت سعدؓ کے دوسرے اوصاف و محاسن کے علاوہ ان کے ذوق عبادت، خوفِ خدا اور علم و فضل کا ذکر بھی خصوصیت سے کیا ہے۔ ان پر ہر وقت خشیتِ الہی کا غلبہ رہتا تھا۔ نہایت کثرت سے روزے رکھتے تھے اور رات کا بیشتر حصہ یا الہی میں گزارتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعدؓ کو عشقِ رسول ﷺ، صبر و استقلال اور شجاعت جیسے اوصاف کے علاوہ تدبیر و سیاست، انتظامِ سلطنت اور قیادتِ جہاد جیسی صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور فرمایا تھا۔ اسلام کو جہاں اور جس طرح کی ضرورت ہوئی انہوں نے اپنی تمام صلاحیتوں کا نذرانہ فوراً پیش کر دیا۔

وفات و تدفین:

حضرت مالک بن انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا ”عقیق“ میں انتقال ہوا وہ مدینہ شریف لائے گئے اور وہیں دفن ہوئے۔ حضرت مروان بن الحکمؓ نے اہمبات المؤمنین رضی اللہ عنہما کے سامنے نماز جنازہ پڑھائی۔
۵۵ھ میں آپ ﷺ یثرب میں مدفون ہوئے۔

فضائل کوفہ:

شبلی نعمانی ”سیرۃ النعمان“ کے صفحہ نمبر ۲۸ پر لکھتا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر دور میں، ہر مقام ایک حالت میں رہے۔ ایک زمانہ تھا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کو فہ کو ”کنز الایمان“ (ایمان کا خزانہ)، ”راس الاسلام“ اور ”راس العرب“ کہا کرتے تھے۔

۲۱ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حکومت کوفہ سے معزول ہوئے۔ کیونکہ اہل کوفہ کی انتقادی (تحقیدی) باتوں سے آپ ﷺ معزول کر دیئے گئے چونکہ تنقیدیں غلط تھیں اسی لئے آپ ﷺ کی شان میں کوئی کمی نہ آئی لیکن غلط ناقدین کا انجام برباد ہوا۔ تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی تصنیف ”کرامات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین“

عہد عثمانی:

حضرت عثمان بن عفان ؓ نے اپنی حکومت کے تیسرے روز مغیرہ کو معزول کر کے پھر اپنے دور کے رشتہ دار حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ ہی کو گورنر کوفہ مقرر کر دیا لیکن انھیں جلد ہی معزول کر کے اپنے ماوری بھائی حضرت ولید بن عقبہ ؓ کو ۲۵ھ میں حاکم کوفہ مقرر کر دیا۔

عہد علوی:

حضرت علی ؓ نے اس شہر کو اسلامی دار الخلافہ قرار دیکر مدینہ طیبہ سے ہجرت کر کے مستقل سکونت کوفہ میں رکھی۔ آج تک آپ ؓ کی رہائش گاہ جامع مسجد کوفہ کے شمالی جانب موجود ہے اور آپ ؓ کے گھر کے کنواں کی بھی فقیر نے مع رفقاء کئی بار زیارت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اسی جامع مسجد میں سیدنا علی المرتضیٰ ؓ شہید ہوئے اور اسی کے نواح پر نجف اشرف میں مدفون ہوئے۔ (واللہ اعلم)

عقائد اہل کوفہ:

”لنقض الروافض“ میں لکھا ہے کہ:

واما الكوفيون فالطبقة الاولى منهم اصحاب ابن مسعود يقدمون قول عمر علي قول علي واولئك افضل الكوفيين حتى قضا ته حتى شريح و ابو عبيده و امثالها كانوا يرجحون قول عمر علي قول علي۔

ترجمہ:

یعنی کوفیوں کا پہلا طبقہ اصحاب ابن مسعود کا ہے اور یہ اور کوفہ کے قاضی شریح و ابو عبیدہ وغیرہ حضرت علی ؓ کے قول پر حضرت عمر ؓ کے قول کو ترجیح دیتے تھے۔

یہی اہلسنت کا مذہب ہے کہ فضیل بہ ترتیب خلافت ہے۔ چنانچہ اہلسنت کی مستند کتب میں ہے کہ:

وتفضيل ابى بكر و عمر متفق عليه بين اهل السنة و هذا الترتيب بين عثمان و علي هو ما عليه اكثر اهل السنة خلافا لما روى عن بعض اهل الكوفه والبصرة من عكس القضية۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر و عمر کی تفصیل (فضیلت) پر اہلسنت کا اتفاق ہے اور یہی ترجیح فضیلت حضرت عثمان و علیؓ کا ہے۔ لیکن بعض اہل کوفہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتے تھے یہ قول غیر معتبر ہے۔ فقہ اکبر، صفحہ ۶۲ میں ہے کہ **و کذا قبل فیہ راحة من الرفض** کہہ جاتا تھا کہ اس عقیدہ میں رفض (اختلاف) کی بڑائی ہے کیونکہ اہل حق کے نزدیک فضیلت کی ترتیب بھی وہی ہے جو خلافت کی ہے۔

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت کے کوئی اسی ترتیب خلافت کے معتقد تھے جو اہل سنت میں مسلم ہے۔ مگر بعض حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ سے افضل جاننے لگے تھے۔ غرضیکہ جو لوگ حضرت عثمانؓ کو ترجیح دیتے تھے وہ ”شیعہ عثمان“ کہلاتے تھے اور جو حضرت علیؓ کو افضل مانتے تھے ان کو ”شیعہ علی“ کہا جاتا تھا وہ عثمانی اور علوی بھی کہلاتے تھے۔ روضۃ الصفا، صفحہ ۲۶۵، جلد ۲ میں ہے

بصریان ہوائے طلحہ و محبت زبیر در دل داشتند

یعنی ”اہل بصرہ حضرت طلحہؓ کی طرفداری کی ہوا رکھتے تھے اور دل میں حضرت زبیرؓ کی محبت رکھتے تھے۔“

واضح رہے کہ شیعہ تو کبھی بھی حضرت طلحہ و زبیرؓ کو اچھا نہیں جانتے کیونکہ وہ حضرت علیؓ کے مد مقابل لڑے۔ کوئی تو حضرت طلحہ و زبیرؓ کے ہوا خواہ تھے۔ بہر حال صحابہ کرام میں بالاتفاق فضیلت علیؓ ترتیب الخلافہ ہے۔

سوال:

”شرح فقہ اکبر“، صفحہ ۶۱ پر ایک روایت ہے کہ ابو حنیفہ کوئی کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ وہ خلافت راشدہ کو تو مانتے تھے مگر تفصیل علیؓ ہی کے قائل تھے؟

جواب:

قاضی نور اللہ شمسٹری نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کو شیعہ لکھا ہے کیونکہ یہ پہلے سنی بھی اپنے آپ کو شیعہ ہی کہتے تھے۔ اسی تفصیل حضرت علیؓ کی وجہ سے ایسے تمام کوئی رافضی پکارے جاتے تھے یہ بات اب واضح ہو چکی ہے۔ ثابت ہوا

کہ شیعہ کا رافضی لقب بہت پرانا ہے۔ واضح ہوا کہ ابو حنیفہ نامی شخص ایک شیعہ اہل علم اور صاحب تصانیف تھا۔ نام سے التباس (یکسانیت کے سبب) پڑ جاتا ہے۔ اہل سنت کو اس میں ہوشیاری ضروری ہے۔

کوفہ دار الخلافہ:

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ ؑ نے باگِ خلافت سنبھالی تو ایک عرصہ کے بعد دار الخلافہ کوفہ کو منتخب فرمایا۔ اس سے واضح فرمادیا کہ گذشتہ خلفاء سے ان کا کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ پیار ہی تھا ورنہ یہ سمجھ کر یہ حضرت عمر فاروق ؓ کا بنایا ہوا شہر ہے، اسے دار الخلافہ کیوں بناؤں۔ بہر حال جب حضرت علی ؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو کوفہ چونکہ عراق و ایران و شام کی سرحد پر واقع تھا، اسی لئے حضرت علی ؓ نے اس کو دار الخلافہ بنایا اور 'جمل' (اہل بصرہ و عراق) 'صفین' (اہل شام) اور 'نہروان' کی جنگوں میں حضرت علی ؓ یہیں سے جاتے رہے۔ اسی زمانہ میں صاحبانِ بصیرت نے اور زیادہ پہچانا اور پھر اس جماعت کو تقویت ہوئی اور ان میں سے اکثر 'جنگِ صفین' میں شہید ہوئے اور اپنے وفادار ساتھیوں پر حضرت علی ؓ اظہارِ تاسف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ نہج البلاغہ صفحہ ۳۸۱، جلد ۱ میں ہے کہ،

"ہمارے بھائی جن کا خون صفین میں بہایا گیا۔ کہاں ہیں وہ بھائی جو صراطِ مستقیم پر چلے اور حق پر جان دے گئے۔"

کوفی لایوفی گروہ کا آغاز:

سیدنا مولانا حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے زمانہ میں اس گروہ کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس لئے حضرت علی ؓ نے اپنے اس دور کے خطبوں میں ان کی مذمت فرمائی۔ نہج البلاغہ، صفحہ ۱۲۲ پر ہے کہ آپ ؓ نے کوفیوں کی مذمت میں فرمایا کہ میں تمہارے ملک کو پسند کر کے یہاں نہیں آیا، صرف ضرورت کی وجہ سے آیا ہوں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم کہتے ہو علی ؓ جھوٹ بولتا ہے۔ اسی نہج البلاغہ، صفحہ ۱۲ پر ہے کہ

"حضرت علی ؓ نے ایسے کوفیوں سے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تمہاری اصلاح کس سے ہو سکتی ہے لیکن میں تمہاری اصلاح نہیں کر سکتا۔"

لا تعرفون الحق کعرفتکم الباطل ولا تبطلون الباطل کابطالکم الحق

یعنی ”تم حق کو نہیں جانتے پہچانتے جیسے باطل کو پہچانتے ہو اور نہ باطل کو جھٹلاتے ہو جیسے حق کا ابطال (انکار) کرتے ہو“۔ اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ اکثر اہل کوفہ باطل پرست ہو گئے تھے۔ منکر حق اور عارف باطل ہو گئے تھے۔ یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ زمانہ حضرت علیؑ میں مسلمان دو (۲) گروہوں میں منقسم تھے۔ ایک گروہ آپؑ کی خلافت کو مانتا تھا دوسرا گروہ نہیں مانتا تھا۔ مؤخر الذکر گروہ خوارج نہرواں کے بھیس میں مقابل ہوا۔ بالفاظ دیگر ایک گروہ موافق حضرت علیؑ دوسرا گروہ خوارج۔ حضرت علیؑ کی رعایا بوجہ رعایا ہونے کے شیعہ علیؑ کہلاتی تھی۔ آپؑ کے آخری دور میں آپؑ کی اکثر رعایا جو ”شیعہ علیؑ“ کہلاتی تھی وہ مذہباً شیعہ نہ تھی بلکہ ایسی جماعت تھی جو جناب حضرت عثمان غنیؓ کے مقابلے میں حضرت علیؑ کو افضل جانتی تھی۔ اسی لئے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

”تحفہ اثناء عشریہ“ میں لکھا ہے کہ شیعہ اولیٰ ماہستم

یعنی ”حضرت علیؑ کے پہلے شیعہ تو ہم ہی المسمت ہیں“۔

عہد حضرت امام حسنؑ میں کوفہ و کوفی:

حضرت علیؑ کے بعد حضرت امام حسنؑ خلیفہ ہوئے۔ اگرچہ آپؑ کے ماننے والے بہت تھے۔ اس کے باوجود آپؑ نے خلافت سے دستبرداری کر کے حضرت امیر معاویہؓ کو سپرد فرمادی اور یہ حضور سرور عالمؐ کا معجزہ اور حضرت امیر معاویہؓ کی حقانیت کی دلیل ہے۔ اس سے شیعہ صاحبان یا تو امام حسنؑ سے برأت (بیزاری) کا اظہار کریں یا حضرت امیر معاویہؓ کی حقانیت تسلیم کریں۔

عہد امیر معاویہؓ میں کوفہ و کوفی:

حضرت امیر معاویہؓ خلیفہ ہوئے تو کوفہ پر زیادہ گور نہ ہوا۔ اسی زیادہ کے دور میں کوفہ کی بدنامی ہوئی اسی کے دور میں سانحہ کربلا پیش آیا۔ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

عہد یزید بن معاویہؓ میں کوفہ و کوفی:

حضرت امیر معاویہؓ کے وصال کے بعد ۶۰ھ میں یزید تخت پر بیٹھا۔ ”بنی امیہ“ کے عثمان سے بھی کوئی تنگ

آئے ہوئے تھے اب تو تخت شاہی پر شراب و کباب و نصوانی شباب کا شیدا (چاہنے والا) یزید براجمان (قابل) ہو گیا تھا۔ ان کے اپنے ماننے والے (ہیبت بنی امیہ) بھی بدول ہو گئے تھے۔ کوفہ کے اس سوادِ اعظم نے مٹھی بھر شیعوں کو ساتھ ملا کر امام حسین ؑ کو خطوط لکھے اور حضرت مسلم بن عقیل ؑ (جو امام عالی مقام ؑ کے سفیر خاص تھے) کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن جب ابن زیاد حاکم کوفہ نے سختی کی تو مٹھی بھر شیعہ **مثل ہانی** وغیرہ کے شہید کر دیئے گئے۔ کچھ قید اور کچھ جلا وطن کر دیئے گئے اور باقی مسلمانوں کی اکثریت نے ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کر لی۔

اب اس دعوتی خط کو لیجئے جو اہل کوفہ نے حضرت امام حسین ؑ کو سب سے پہلے لکھا تھا۔

این نامه ایست بسوئے حسین ابن علی از جانب سلیمان بن صردو مصیب و حبیب ابن مظاهر و سائر شیعیان اواز مومنان و مسلمانان

یعنی ”یہ خط ہے امام حسین ؑ کی طرف سلیمان بن صردو اور مصیب اور حبیب ابن مظاهر اور دیگر مومن شیعوں کی طرف سے اور مسلمانوں کی جانب سے۔“ (جلاء العیون، صفحہ ۱۱۳)

امام عالی مقام نے جواباً یوں خطاب کیا۔

این نامه ایست از حسین بن علی بسوئے گروہ مومنان اہل کوفہ و مسلمانان و شیعیان

یعنی ”یہ خط حسین بن علی ؑ کی طرف سے ہے اہل کوفہ کے مؤمنین و شیعہ اور مسلمانوں کی طرف۔“

(جلاء العیون، صفحہ ۱۹۰)

عنوان نامحاجات بتلا رہے ہیں کہ کوفہ کے مٹھی بھر شیعوں کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کی اکثریت نے بھی امام عالی مقام ؑ کو خط لکھے تھے۔ یہی حسبِ معمول اپنے آپ کو مجبانِ اہلبیت ظاہر کرتے تھے۔ اسی سوادِ اعظم نے بے وفائی کی ورنہ حبیب و ہانی رحمۃ اللہ علیہ و امثالہم نے امام عالی مقام ؑ کی نصرت سے دریغ نہیں کیا۔ باقی کوئی حبِ اہلبیت میں شہید ہوئے۔ حبیب ابن مظاهر ؑ جیسے کوئی حبیب شہید کر بلا ہوئے۔ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ کوفہ کے مؤمنین کا ملین نے حضرت امام حسین ؑ پر جانیں نثار کر دیں حضرت ہانی ؑ نے حضرت مسلم ؑ سے عہد بھایا اور ان کے ساتھ قربان ہو گئے۔

امام نووی شارح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ

ان المنافقين كانوا معدودين في اصحابه وكانوا ايجاهدون معه اماحمية او لطلب الدنيا
يعني ”منافقین کو تو اصحاب حضور میں شمار کیا جاتا تھا وہ بھی آپ کے ساتھ ہو کر حمیت (شرم کے باعث) یا طلب دنیا کے لئے
جہاد بھی کرتے تھے۔“ اس کے بعد جب ان کی منافقت عیاں ہو گئی تو پھر انہیں صحابہ میں شامل نہیں کیا جاتا۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ جو زبانی دعویٰ کرے کہ وہ مددگار ہے مگر وقت پڑنے پر ساتھ نہ دے وہ منافق ہوتا ہے۔ اسی لئے امام
حسین ؑ نے اپنے مد مقابل لڑنے والوں کو بار بار منافق کہا۔

ومن بامر خدا با این منافقان مقاتله می کنم

یعنی امام حسین ؑ نے فرمایا کہ: ”میں حکم خدا ﷻ سے ان منافقوں کے ساتھ جہاد کروں گا۔“

(جلاء العیون، صفحہ ۲۰۸)



حضرت مسلم بن عقیل ؑ نے فرمایا

قول شما کوفیاں اعتماد رانمے شاید و از منافقان بیدین وفانمے آید

”تم کو فیوں کا قول اعتبار کے لائق نہیں اور بے دین منافقوں سے وفائیں۔“

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ کوئی منافق تھے یعنی ایسے لوگ ”کوفی لایوفی“ تھے جو وعدے سے پھر جائے وہی تو منافق
ہوتا ہے۔ عہد سے جو بے وفائی کرے وہی تو منافق ہوتا ہے۔

حضرت مسلم بن عقیل ؑ کوفہ میں مختار ثقفی کے مکان میں فروکش (متیم) ہوئے تو حقیقی وفاداران کوفہ آپ کے پاس
مجمع ہوئے جن میں مجالس شاکری رحمۃ اللہ علیہ، حبیب ابن مظاہر اسدی رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن عبداللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے نام
ملتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی وفاداری اور جانثاری کے وعدوں کو خوب نبھایا۔

حکیم سنائی نے یزیدی کوفیوں کے بارے میں یہ اشعار کہے

تا کہ از خاندان بر آروگرد

بر یزید پلید بیعت کرد

شرم و آرزم جملگی برداشت جمع از دشمنان براد بگماشت
تامراد رابنامہ و کیسل از مدینہ کشند در منہیسل
کربلا چون مقام و منزل ساخت زور آل زیاد بروئے تاخت

خلاصہ یہ ہے کہ دشمنوں کی ایک جماعت کو اس پر آمادہ کیا کہ امام حسین ؑ کو خطوں اور خلیوں سے مدینہ پاک سے نکالیں چنانچہ جب آپ نے کربلا میں منزل فرمائی۔ **ابن زیاد** نے آپ پر حملہ کر دیا پھر ہوا جو کچھ ہونا تھا۔ داستان کربلا ”کوفی لایوفی“ کی گویا عملی تفسیر ہے۔ اس سے ثابت ہوگا کہ ”کوفی لایوفی“ کون لوگ تھے۔

واقعہ کربلا میں کوفی وفادار:

کوفہ کے کئی مومنین نے امیر المومنین سیدنا علی ؑ کی پیروی میں اسلام بچانے کے لئے کربلا میں جانیں قربان کیں ان کے اسماء گرامی تواریخ میں ملتے ہیں۔

مسلم بن عوجہ، بریر ہمدانی، زہیر بن قین، حبیب ابن مظاہر، نافع بن ہلال بکلی، عبد اللہ بن عمر الکلی، عمرو بن خالد الاسدی، جناہ بن حارث سلمانی، جب خلوانی، حیلہ شیبانی، شیب بن عبد اللہ، جابر جمی، حباب جمی، مسعود جمی، نعمان ازومی، سعید بن عبد اللہ حنفی، حنظلہ شامی، حجاج جعی، عمر حضری و امثالہم رحمہم اللہ اجمعین کے نام نامی شہدائے کربلا میں ملتے ہیں یہ سب کوفہ کے باشندے تھے۔

اہلبیت کے طرفدار:

تاریخ طبری، جلد ۶، صفحہ ۲۳۷ میں ہے کہ جب حضرت حبیب رحمۃ اللہ علیہ ابن مظاہر اسدی نے فوج یزید کو نصیحت فرمائی کہ اولاد رسول ﷺ کا اور اس کے ایسے ساتھیوں کا جو راہ کو عبادت میں بسر کرتے ہیں۔ ایسوں کا خون بہانے کے بعد خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ تو اہل کوفہ کی سوار فوج کے افسر **عزہ بن قیس** نے جوابا کہا،

فقال له عزرة بن قيس الكمزكي نفسك ما استطعت

یعنی اے حبیب! ”جہاں تک تجھ سے ہو سکتا ہے تو اپنے نفس کی پاکیزگی کو بیان کرتا رہتا ہے۔“

فقال له زهير بن قين يا عزرة ان الله قدر كاهنا وهذا فائق الله يا عزرة فاني لك من الناصحين

انشدك الله يا عزرة ان تكون ممن يعين الضلال على قتل النفوس الزكيه

یعنی ”اس بے موقع مداخلت پر زہیر بن قیس نے جوشیلا جواب دیا اے عزہ! اس میں شک کہاں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حبیب ﷺ کے نفس کو زکی (نیک) کیا اور ان کو ہدایت فرمائی۔ اے عزہ! اللہ (ﷻ) سے ڈرو۔ میں تجھے نصیحت کرنے والوں میں سے ایک ہوں۔ سن میں تجھے اللہ تبارک و تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو ان لوگوں سے نہ ہونا جو نفوس زکیہ (نیک لوگوں کے) کے قتل پر گمراہوں کو مدد دیتے ہیں۔“

قال يا زهير ما كنت عندنا من شيعة اهل هذا البيت انما كنت عثمانيا
یعنی ”عزہ نے کہا، اے زہیر! تو تو ہمارے نزدیک اہلبیت نبوی کے شیعوں میں سے نہ تھا۔ تو تو عثمانی تھا۔“ (آج کیا ہوا؟)
قال زهير افلست تستدل بموقفى هذا انى منهم الخ
یعنی ”حضرت زہیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کیا تو میرے اس جگہ کھڑے ہونے سے استدلال نہیں کر سکتا کہ میں اہلبیت نبوی کا طرفدار ہوں ان کے انصار سے ہوں۔“

حضرت خُرقی رضی اللہ عنہ:

آپ ایسے کوئی بھی تھے جو ابتدائید فوج میں تھے بلکہ سپاہ ابن زیاد کے افسر بھی تھے۔ ان میں خُرقی یاحیٰ رضی اللہ عنہ کا نام نامی سب سے زیادہ تابدار ہے۔ یہ اپنے دستہ کے ساتھ کربلا کی راہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے سدا راہ ہو گئے۔ امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس پیادے سے دستے کو پانی سے سیراب کیا جب یزیدی فوج نے امام حسین رضی اللہ عنہ پر پانی بند کر دیا تو حضرت خُرقی رضی اللہ عنہ میں انقلاب حریت پیدا ہوا اور یہ سب یزیدی بندھنوں کو توڑتاڑ کر یوم عاشورہ کو صبح سویرے ابن زیاد کی سپاہ سے علیحدہ ہو کر امام حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں شامل ہو گئے۔ خوب جہاد کے بعد جب زخمی شیر دل خُرقی رضی اللہ عنہ خون میں لت پت تھے تو اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا:

بغ يخ يا حرانت حر

کیما سمیت فی الدنيا والآخر

”مبارک ہو مبارک! اے خُرقو تو واقعی خُرق (آزاد) ہے جیسا کہ تیرا نام ہے دنیا اور آخرت میں۔“

حضرت خُرقی یاحیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی بعض ایسے سپاہی جو سپاہ شام میں شامل تھے وہ اس سے ٹوٹ ٹوٹ کر امام

حسین رضی اللہ عنہ کو حق کی جانب جان کر سپاہ امام میں شامل ہوتے رہے اور جنہوں نے بالآخر جام شہادت نوش فرمایا۔

حارث بن امر القیس بن عابس کندی، جوین بن مالک تمیمی، زہیر بن سلیم ازدی، قاسم بن حبیب ازدی امثالہم۔

تقریباً یہ سب کے سب کوئی تھے اور سپاہ ابن زیاد میں تھے جن کا کمانڈر انچیف عمر سعد تھا مگر میدان کربلا میں حضرت امام حسین ؑ کو حق پر جان اور مان کر انصار حسین (ؑ) سے ہو گئے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ کا دور کیا سہانا دور تھا کہ آپ کے درس میں تیس ہزار (۳۰,۰۰۰) کم و بیش آئمہ اسلام نے فیض پایا اس کی تفصیل طویل ہے۔ آپ کے شاگردوں میں شاگردِ عظیم حضرت امام اعظم ؓ ہیں۔ جنہوں نے اسلام میں خوب نام پایا آپ کے دور میں بھی ”کوفی لایوفی“ مشہور تھے۔

ان بزرگوں کی عزت و احترام ہی کوفہ کی شرافت کے لئے کافی ہے۔ تاریخ گردانے پر ثابت ہوتا ہے کہ کوفہ میں کیسے کیسے جواہر اور اسلام کے نامور بزرگ تھے۔ اب لیجئے محاورہ ”کوفی لایوفی“ اور سمجھئے امام اعظم ابوحنیفہ ؓ کو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ:

غیر مقلدین وہابی و دیگر مخالفین امام اعظم ؓ کے متعلق یہ مشہور مقولہ ”کوفی لایوفی“ (کوفہ والے وفادار نہیں ہوتے) کہہ کر امام اعظم ؓ پر طعن کرتے ہیں کیونکہ ان کا تعلق کوفہ سے تھا۔ یہ خیال اکابر و آئمہ کا بھی تھا چنانچہ منقول ہے کہ امام اعظم ؓ مدینہ منورہ حاضر ہوئے لوگوں سے دریافت کیا شہر کا جید عالم کون ہے؟ بتایا گیا حضرت ابو عبد اللہ مالک بن انس الاحمدی ؓ، امام اعظم ؓ ان سے ملنے گئے حسب روایت تعارف کے دوران آپ نے بتایا کہ میں عراق سے آیا ہوں، حضرت امام مالک ؓ نے یہ سن کر ناگواری کے عالم میں کہا وہ عراق جو شہر نفاق ہے؟ حضرت امام مالک ؓ کا اشارہ نواسر رسول ؐ کے ساتھ اہل کوفہ کے سلوک کی طرف تھا۔ یہ سن کر امام اعظم ؓ نے نہایت تحمل کے ساتھ کہا میں عجمی ہوں اور آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ قرآن کی قرأت میں کوئی غلطی ہو تو اس کی اصلاح کروالوں کیونکہ آپ اس مقدس شہر کے باسی ہیں جہاں قرآن نازل ہوا تھا۔ امام مالک ؓ نے جواب میں قرأت کرنے کی اجازت دی امام اعظم ؓ نے یہ جملہ پڑھا:

و ممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اهل العراق۔

”(اے رسول ؐ) تمہارے آس پاس دیہات میں رہنے والوں میں سے بعض لوگ منافق ہیں اور عراق کے رہنے

والوں میں سے بھی بعض لوگ منافق ہیں۔“

یہ سن کر امام مالک ؓ نے نہایت ناراضگی کے عالم میں کہا خدا کے بندے قرآن کی آیت تو درست پڑھو۔ امام

اعظم ؑ نے دریافت کیا درست آیت کیا ہے؟ امام مالک ؑ نے کہا درست آیت یوں ہے

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ (پارہ ۱۱، سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۱)

ترجمہ: اور تمہارے آس پاس کے کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے۔

یہ سن کر امام اعظم ؑ نے فرمایا، ”آپ نے خود ہی فیصلہ فرمادیا ہے کہ منافقوں کے شہر میں کون رہ رہا ہے؟“ بعد میں تفصیلی متعارف ہوا اور شاید امام اعظم ؑ کے اسی طرح کے جوابات سن کر امام مالک ؑ نے تبصرہ کیا تھا ”وہ ایک ایسے بزرگ ہیں کہ اگر لکڑی کے ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو دلیل کی بنیاد پر کر سکتے ہیں۔“

(تاریخ بغداد، خطیب بغدادی)

تعارف امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ:

امام اعظم ؑ کا نام نعمان بن ثابت، آپ کے دادا قاری النسل اور حضرت علی ؑ کے عاشق اور آپ کے خاص مقربین بارگاہ میں سے تھے، آپ ہی نے محبت سے کوفہ میں قیام اختیار کیا جو حضرت علی ؑ کا دار الخلافہ تھا۔ حضرت امام اعظم ؑ کے دادا اپنے فرزند حضرت ثابت ؑ کو جو اُس وقت بچے تھے حضرت علی ؑ کے پاس دُعا کے لئے گئے۔ حضرت علی ؑ نے حضرت ثابت ؑ کے لئے دعا فرمائی اور بہت برکت کی بشارت دی۔ حضرت امام اعظم ؑ حضرت علی مرتضیٰ ؑ کی کرامت و بشارت ہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ؑ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ ہجری میں بغداد میں وفات پائی۔ خیر زمان قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ ؑ کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ ستر (۷۰) سال عمر شریف ہوئی۔ فقیر بارہا آپ کے مزار پر حاضر ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک

حضرت امام اعظم ؑ نے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا زمانہ پایا جن میں سے چار (۴) صحابہ سے

ملاقات کی۔ حضرت انس بن مالک ؑ جو بصرہ میں تھے، حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی ؑ جو کوفہ میں تھے، حضرت سہیل ابن سعد ساعدی ؑ جو مدینہ منورہ میں تھے، حضرت ابو طفیل عامر ابن واصلہ ؑ جو مکہ معظمہ میں تھے۔ اس کے متعلق اور بھی روایات ہیں۔ مگر یہ قول رائج ہے۔ امام اعظم ؑ حضرت حماد ؑ کے شاگردِ رشید اور حضرت امام جعفر صادق ؑ

ﷺ کے تلمیذ خاص اور مخصوص صحبت یافتہ ہیں۔ دو (۲) سال تک حضرت امام جعفر صادق ﷺ کی معیت (صحبت) نصیب ہوئی۔

حضرت امام اعظم ﷺ کو منصور بادشاہ کوفہ سے بغداد لایا پھر آپ ﷺ سے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے انکار کیا، اس پر آپ ﷺ کو قید کر دیا اور قید میں ہی یہ آفتاب علم و عمل غروب ہو گیا۔
انا لله وانا اليه راجعون۔

تبصرہ اویسی:

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ اہل کوفہ کی امام حسین ﷺ کے لئے جاں نثاری و وفا شعاری کے بعد ”کوفی لایوفی“ کا محاورہ ایک گستاخی محسوس ہوتا ہے۔ بلکہ شیعہ لوگوں کو تو اس کے لئے ایسا خوشنما لقب تلاش کرنا تھا جو حبّ علی ﷺ کا ثبوت ہوتا کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ ﷺ نے (صلح سبّی کے تحت) مدینہ طیبہ جیسے مقدس شہر کو چھوڑ کر کوفہ کو دار الخلافہ منتخب فرمایا بلکہ کوفہ کو مستقل قیام گاہ بنالیا جس میں نہ صرف آپ ﷺ کا بلکہ حسین کریمین ﷺ و دیگر اہلبیت کا محبوب مسکن تھا۔ آپ ﷺ کا دولگدہ اور کنواں اور کمرے تا حال جامع مسجد کوفہ کے شمالی جانب موجود ہیں یہاں تک کہ جامع مسجد کوفہ میں آپ کی شہادت اسی سکونت کوفہ کے دوران ہوئی۔

مزید مطالعہ کے لئے فقیر کی کتاب ”مناقب امام اعظم ﷺ“، ”شیعہ کا متحہ“، ”شیعہ سنی میں فرق“ اور ”آئینہ شیعہ نما“ کا مطالعہ کیجیے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم

☆.....☆.....☆

☆.....☆

☆